امام رضا علیہ السلام کے نقطۂ نظر سے کامیاب خاندان کی خصوصیات کا جائزہ

محمد ابراہیم نوری[1]

تمہید:

اسلام ایک جامع اور مکمل دین کے طور پر خاندان کی مدیریت کو انسان کی شخصیت کی بلندی میں سب سے اہم عنصر کے طور پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔ کامیاب خاندان وہ ہے جو تمام پہلوؤں میں متوازن اور ہم آہنگ انداز میں ترقی کرے اور افراط و تفریط سے بچا رہے۔ کامیاب خاندان کی اہمیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب خاندان محبت، رحمت، اور مودت کا مرکز ہو اور صالح نسل کو معاشرے میں منتقل کرے، تاکہ علم اور اللہ تعالیٰ کے تکبیر کہنے والے افراد کی تعداد زمین پر بڑھتی رہے۔ امام رضا علیہ السلام کی خانوادگی سیرت ایک مکمل اور مثالی اسلامی خاندان کی بہترین مثال ہے۔ اس خاندان میں عاطفی تعلق بہت گہرا تھا، جس میں امام رضا علیہ السلام اپنے خاندان کے افراد، بالخصوص بچوں کے ساتھ محبت، احترام اور آزادی کے اصولوں کا خیال رکھتے تھے اور ان پر نگرانی کے ساتھ شفقت سے پیش آتے تھے۔

اس تحقیق میں، امام رضا علیہ السلام کے گفتار اور کردار میں کامیاب خاندان کے اشاریے توصیفی اور تجزیاتی طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں۔ ان اہم اشاریوں کو دو بنیادی شعبوں میں واضح کیا جا سکتا ہے: ایک، اہلیہ کے ساتھ اور بچوں کے ساتھ برتاؤ کا طریقہ؛ دوسرا، امام رضا علیہ السلام کی ذاتی خصوصیات۔

کلیدی الفاظ:

خاندان، کامیاب خاندان، خاندان کے افراد کے درمیان تعلقات، امام رضا علیہ السلام

---

[1] متعلّم کارشناسی ارشد، جامعہ المصطفیٰ العالمیہ، مدرسہ حدیث، پاکستان۔

مقدمہ:

اسلام ایک جامع اور مکمل دین کے طور پر انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو خصوصی توجہ دیتا ہے۔ ان اہم پہلوؤں میں سے ایک، جسے اسلام میں خصوصی اہمیت دی گئی ہے، خاندان کا ادارہ ہے۔ اسلام بارہا قرآن مجید (قرآن صامت) کی تعلیمات کی پیروی اور معصومین علیہم السلام کی سیرت (قرآن ناطق)، خصوصاً امام رضا علیہ السلام کی سیرت کو ایک کامیاب اور مطلوب خاندان تک پہنچنے کے لیے رہنما بننے کی تلقین کرتا ہے۔ ایک کامیاب خاندان وہ ہوتا ہے جس کے اراکین سکون و آرام کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں، جہاں پاکیزگی، روحانیت، محبت، سکون، اور اعتماد کا ماحول قائم ہوتا ہے۔

خاندان ایک چھوٹی سماجی اکائی ہے، جو بڑے معاشرے کی تشکیل کا سنگ بنیاد ہے۔ یہ ایک مرد اور عورت کے نکاح کے ذریعے قائم ہوتا ہے اور بچوں کی پیدائش سے مکمل ہوتا ہے۔ انسان کی فطرت میں جو کمال، سعادت، اور خلقت کا مقصد ودیعت کیا گیا ہے، اسے پانے کے لیے خاندان کی تشکیل ضروری ہے۔ خاندان بنانے کا مقصد انسان کو مجردی اور تنہائی کی حالت سے نکال کر باہم ملانا اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑنے میں مدد دینا ہے۔

آج کے جدید معاشروں میں، ٹیکنالوجی کے فروغ، میڈیا اور مواصلاتی ذرائع، جیسے موبائل فون، سیٹلائٹ، اور انٹرنیٹ وغیرہ، کی وجہ سے اکثر خاندان کے افراد زیادہ تر وقت ان ذرائع کے استعمال میں گزارتے ہیں اور اپنے خاندان کے لیے کم وقت نکالتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، خاندانوں کے درمیان جذبات، محبت اور ذہنی سکون میں کمی واقع ہو جاتی ہے، اور قرآن کریم کی طرف سے دی گئی آرام و سکون کی ضمانت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس تحقیق کا مقصد امام رضا علیہ السلام کے نقطۂ نظر سے کامیاب خاندان کی خصوصیات کا جائزہ لینا ہے اور اسے ایک مثالی اور نمونہ خاندان کے طور پر پیش کرنا ہے۔ اس موضوع پر کچھ اہم اور قیمتی کتابیں تحریر کی گئی ہیں، جیسے:

تحکیم خانوادہ، محمد محمدی ری شہری، خانوادہ در قرآن، احمد بہشتی، خانوادہ در نگرش اسلام و روانشناسی، محمد رضا سالاری فر، یہ تحقیق تجزیاتی-توصیفی ہے اور کتابی مواد کے مطالعے کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اس تحقیق میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تلاش کیے گئے ہیں:

۱. ایک کامیاب خاندان کی خصوصیات کیا ہونی چاہئیں؟

۲. امام رضا علیہ السلام کا امام جواد علیہ السلام کے ساتھ رویہ کیسا تھا؟

۳. امام رضا علیہ السلام کا اپنی زوجہ کے ساتھ سلوک کیسا تھا؟

مفہوم شناسی

خاندان (خانوادہ):

لغوی اعتبار سے "خاندان" یا "خانوادہ" کا مطلب گھر کے افراد، خاندان، مرد اور عورت کے ہیں (دہخدا، ۱۳۷۷، ج۶، ص۹۴۳۸)۔

اصطلاحاً، یہ ایک سماجی اکائی ہے جو ایک مرد اور عورت کے نکاح کے ذریعے وجود میں آتی ہے اور اس نکاح سے پیدا ہونے والے بچے اس کو مکمل کرتے ہیں۔ (طاہری، ۱۳۸۸، ص ۱۴) خاندان ایک چھوٹا سا گروہ ہے جو فرد اور معاشرے کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ (سالاری فر، ۱۳۹۲، ص ۱۲)

سیرت:

"سیرت" اور "سیرہ" لفظ "سیر" سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے چلنا، حرکت کرنا، اور سفر کرنا۔ (زارعی سبزواری، ۱۳۸۸، ص ۱۳)
اصطلاح میں یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے خاص طریقہ کار اور طرز زندگی کو کہا جاتا ہے، یعنی وہ اصول اور اخلاقی و عملی روشیں جو ان کے دشمنوں، دوستوں، اور خاندان کے افراد کے ساتھ تعلقات میں تمام زندگی کے پہلوؤں میں ظاہر ہوتی تھیں اور ان کی زندگی میں قانون کی حیثیت رکھتی تھیں (مجلسی، ۱۳۶۳، ج ۱۲، ص ۴۲۱) سیرت کا مطلب لوگوں کے درمیان رویے کا انداز، لوگوں کے ساتھ سلوک کا معیار، اور افراد کی زندگی میں عمل کرنے کا طریقہ کار ہوتا ہے۔ (زارعی سبزواری، ۱۳۸۸، ص ۱۳)

امام رضا علیہ السلام کی ذاتی خصوصیات:

امام رضا علیہ السلام کی روحانی شخصیت:

اللہ کے نیک بندوں کی ایک بڑی خصوصیت اور تاریخ میں ان کی بقا کا راز یہ ہے کہ ان عظیم ہستیوں کی زندگی کا مرکز خدا تعالیٰ ہوتا تھا اور وہ ہر چیز کو صرف خدا کی رضا کے لیے چاہتے تھے۔ ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں خدا کا ذکر غالب تھا، اور یہی وجہ ہے کہ وہ "وجہ اللہ" اور "وجیہ عنداللہ" کہلائے۔ امام رضا علیہ السلام بھی دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرح خدا کے حضور عاجز تھے اور پروردگار کی عبادت سے لذت حاصل کرتے تھے۔ روایات میں ان کی عبادت کے بارے میں کثرت سے ذکر ملتا ہے۔
امام رضا علیہ السلام واجب روزوں کے علاوہ مستحب روزوں کو بھی بڑی اہمیت دیتے تھے اور ان کا مستحب روزہ کبھی قضا نہیں ہوتا تھا۔ ابراہیم بن عباس نے امام رضا علیہ السلام کی حالت کے بارے میں کہا: "وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور زیادہ تر رات عبادت میں گزارتے، صبح تک جاگتے رہتے، اور بہت زیادہ روزے رکھتے تھے۔ ہر ماہ تین دن کا روزہ کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ روزہ پورے سال کے روزے کے برابر ہے"۔ (شیخ صدوق، ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۲۰۲؛ عطاردی، ۱۳۹۷، ص ۳۸)
امام رضا علیہ السلام بھی دیگر آئمہ کی طرح اپنے قول اور عمل کے ذریعے پیروان قرآن کو قرآن کی عظمت کی یاد دہانی کراتے تھے۔ ابراہیم بن عباس بیان کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام ہر تین دن میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرتے اور فرماتے: "اگر میں چاہوں تو اس سے کم دنوں میں قرآن ختم کر سکتا ہوں، لیکن جب بھی کسی آیت سے گزرتا ہوں، اس پر غور کرتا ہوں کہ یہ کس بارے میں نازل ہوئی اور کس وقت نازل ہوئی، اور اسی غور و فکر کی وجہ سے تین دن میں قرآن ختم کرتا ہوں"۔ (طبرسی، ۱۴۱۷، ج ۲، ص ۶۳؛ شیخ صدوق، ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۱۹۶)

نماز کی اہمیت کی وجہ سے، ہمارے پیشواؤں نے اپنی روحانی زندگی میں نماز کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ امام رضا علیہ السلام نماز اول وقت کی بہت قدر کرتے تھے اور روزہ رکھنے کے دنوں میں بھی افطار سے پہلے نماز ادا کرتے تھے۔ "جب آپ کسی جگہ پر دس دن قیام فرماتے، تو روزے رکھتے اور جب رات ہوتی، پہلے نماز پڑھتے اور پھر افطار کرتے"۔ (شیخ صدوق، ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۱۷۸؛ مجلسی، ۱۳۸۰، ج ۴۹، ص ۹۰) صولی نے اپنی دادی سے نقل کیا کہ امام رضا علیہ السلام نماز فجر کو اول وقت میں ادا کرتے اور پھر سجدہ میں چلے جاتے اور سورج نکلنے تک سر نہ اٹھاتے تھے۔ (شیخ صدوق، ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۱۹۵)

امام رضا علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے تھے: "شیطان مؤمن سے ہمیشہ ڈرتا ہے جب تک کہ وہ اپنی پانچوں نمازوں کی حفاظت کرتا ہے، لیکن جب مؤمن نماز کو ضائع کرتا ہے، یعنی اسے اول وقت میں نہیں پڑھتا، تو شیطان اس پر قابو پا لیتا ہے اور اسے بڑے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے"۔ (امام رضا علیہ السلام، ۱۴۰۶، ص ۳۷)

امام رضا علیہ السلام کی اخلاقی شخصیت

اجتماعی اخلاق انسان کی شخصیت کا ایک اہم عنصر ہے اور اس کے ایمان اور روحیات کی نشاندہی کرتا ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام بھی اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ اور نیک اخلاق کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ چونکہ آپ نبوی سلسلے سے تھے، آپ کی تمام زندگی میں یہ اخلاق جھلکتا تھا۔ شیخ صدوق نے ابراہیم بن عباس سے روایت کی ہے، جو مدتوں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھے، وہ امام کے اخلاق کے بارے میں بیان کرتے ہیں: "میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ امام رضا علیہ السلام نے کسی سے سخت بات کی ہو یا اس کی بات کاٹ دی ہو۔ آپ ہمیشہ صبر کرتے تھے جب تک دوسرا شخص اپنی بات مکمل نہ کر لیتا۔ جو شخص بھی ان سے کوئی حاجت طلب کرتا اور امام اسے پورا کرنے کی قدرت رکھتے، تو کبھی انکار نہ کرتے۔ آپ کبھی کسی کے سامنے پاوں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے، کسی کے سامنے ٹیک لگا کر نہیں بیٹھتے تھے اور کبھی اپنے خادموں یا کارکنوں کو برا بھلا نہیں کہتے تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے بلند آواز سے ہنسا ہو، آپ کی ہنسی ہمیشہ تبسم ہوتی۔ جب کھانا کھاتے تو غلاموں اور خادموں، یہاں تک کہ دربان اور جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیتے۔" (شیخ صدوق، ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۲۰۲)

امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام بھی اپنے اجداد کی طرح اس صفت کا عملی مظاہرہ کرتے تھے۔ "صولی" اپنی دادی کی روایت نقل کرتا ہے، جو کچھ عرصہ مأمون کے گھر اور پھر امام رضا علیہ السلام کے گھر میں رہی تھیں: "مجھے اور کچھ دیگر کنیزوں کو کوفہ سے خرید کر لایا گیا اور ہم مأمون کے گھر لائے گئے، جہاں ہمیں ہر طرح کی آسائشیں میسر تھیں جیسے اچھا کھانا، خوشبو اور بہت زیادہ مال و دولت۔ بعد میں مأمون نے مجھے امام رضا علیہ السلام کو تحفے میں دے دیا، لیکن جب میں ان کے گھر پہنچی، تو وہ تمام آسائشیں ختم ہو گئیں۔ ایک عورت ہم پر مقرر تھی جو راتوں کو ہمیں نیند سے جگا کر نماز پڑھنے کی تلقین کرتی تھی۔ یہ زندگی ہمارے لیے بہت مشکل تھی۔" (شیخ صدوق، ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۱۹۵)

امام کا زہد ایسا تھا کہ وہ گرمیوں میں حصیر پر اور سردیوں میں نمد پر بیٹھتے اور کھردرا لباس پہنتے تھے، مگر جب لوگوں کے سامنے جاتے تو بہتر لباس زیب تن کرتے۔

خاندان کا نظامِ تخلیق میں بہت اہم کردار ہونے کے پیشِ نظر، اسلام گھر اور خاندان کے مسئلے کو بے حد اہمیت دیتا ہے۔ خاندان وہ مرکز ہے جو جتنا زیادہ محبت اور گرمی سے بھرا ہوگا، زندگی اتنی ہی خوشگوار اور کامیاب ہوگی۔ اسی بنا پر امام رضا علیہ السلام نے خاندان کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے کچھ ایسے عوامل بیان کیے ہیں جو خاندان کو خوشحال اور پرسکون بنانے میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے ایک نورانی حدیث میں گھر میں حسنِ سلوک کی سفارش فرمائی اور اپنے ساتھ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ برتاؤ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "لوگوں میں سے سب سے بہتر ایمان والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش اخلاق اور اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سب سے زیادہ نرمی والا ہو، اور میں تم سب میں اپنے اہل کے ساتھ سب سے زیادہ لطف و نرمی کرتا ہوں۔" (شیخ صدوق، ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۳۸)

اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: "قیامت کے دن میرے قریب ترین شخص وہ ہوگا جو اخلاق میں سب سے بہتر اور اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والا ہوگا۔" (مجلسی، ۱۳۶۳، ج ۷۹، ص ۳۳۵) گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاقی، بلاوجہ سختی نہ کرنا، بچوں کی صحیح تربیت، حلال روزی کا اہتمام، اور اپنی استطاعت کے مطابق راحت و سکون فراہم کرنا خاندان کی نیکی کے مصادیق میں سے ہیں۔

صولی اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں کہ جب وہ امام رضا علیہ السلام کے گھر میں تھیں، وہ گھر کا نقشہ یوں بیان کرتی ہیں: "مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے گھر میں ... کوئی شخص آواز بلند نہیں کرتا تھا، یہاں تک کہ بڑے افراد بھی اونچی آواز سے بات نہیں کرتے تھے۔ لوگ بہت کم اور نرم لہجے میں بات کرتے تھے۔" امام خود بھی ہمیشہ نرمی اور آہستگی سے لوگوں سے گفتگو کرتے تھے۔ (شیخ صدوق، ۱۳۹۳، ج ۲، ص ۱۹۵)

امام رضا علیہ السلام نے خاندان کے آرام و سکون کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: "جس شخص کو اللہ نے نعمتیں عطا کی ہیں، اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے خاندان کو فراوانی میں رکھے۔" (کلینی، ۱۳۶۲، ج ۴، ص ۱۱) ایک اور روایت میں بھی یہ مضمون آیا ہے: "بہت ضروری ہے کہ انسان اپنے گھر والوں کی زندگی کو فراخ کرے اور انہیں آرام و سکون فراہم کرے، تاکہ وہ زندگی کی تنگی کی وجہ سے اس کی موت کی تمنا نہ کریں۔"

امام رضا علیہ السلام نے گھر کی وسعت پر بھی زور دیا۔ ایک شخص نے دنیاوی آسائش کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: "دنیا کی راحت اور اس کی لذت وسیع گھر اور زیادہ دوستوں میں ہے۔" (عطاردی، ۱۴۲۶، ج ۲، ص ۳۷۴؛ طبرسی، ۱۴۱۲، ص ۱۷۳)

اسی طرح ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امام نے اپنے ایک غلام کے لیے گھر خریدا اور فرمایا: "چونکہ تمہارا موجودہ گھر تنگ ہے، اس لیے یہاں منتقل ہو جاؤ۔" وہ شخص کہنے لگا: "میرے والد بھی اسی گھر میں رہتے تھے۔" امام نے فرمایا: "اگر تمہارا والد نادان تھا، کیا تم بھی اس کی طرح نادان رہو گے؟" (مجلسی، ۱۳۶۳، ج ۷۳، ص ۱۵۳)

امام رضا (علیہ السلام) کا امام جواد (علیہ السلام) کے ساتھ سلوک

ازدواج کا ایک بہترین ثمرہ فرزندان اور نوادگان کا پیدا ہونا ہے جو والدین کے ساتھ مل کر خاندان کی تکمیل کرتے ہیں۔ نیک اولاد والدین کی زندگی میں مددگار ہوتی ہے۔ دین اسلام نے والدین اور اولاد کی طرفین کے فرائض کو بڑے جامع انداز میں بیان کیا ہے، یہاں تک کہ کہا جا سکتا ہے کہ والدین کا اصل فرض تربیت اور انتظام ہے، جبکہ اولاد کا فرض احترام اور اطاعت کے ساتھ نیکی ہے۔ والدین خدا سے دعا کرتے ہیں کہ ان کے بچے "قرۃ اعین" یعنی آنکھوں کی روشنی بنیں۔ (فرقان ۷۴، ابراہیم ۴۱)

شادی کے بعد، بچے خاندان کا تیسرا رکن بنتے ہیں۔ والدین کا یہ بھی ایک فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے دعا کریں: بچ (پروردگارا! مجھے اور میرے والدین کو معاف فرما)۔

جب بچے کی ولادت ہوتی ہے تو خاندان میں نئے تعلقات اور روابط تشکیل پاتے ہیں، جن کی رہنمائی اور تنظیم میں اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر ان روابط پر توجہ نہ دی جائے تو خاندان اپنے مقاصد تک پہنچنے میں ناکام ہو سکتا ہے۔

امام رضا (علیہ السلام) نے اپنے خاندان سے خاص طور پر امام جواد (علیہ السلام) کی محبت کا اظہار کیا، جس پر کبھی کبھار ان کے صحابہ نے اعتراض بھی کیا۔ مثال کے طور پر، عبد الرحمٰن بن محمد نے کلثوم بن عمران سے نقل کیا: "جب امام جواد (علیہ السلام) کی ولادت ہوئی، تو امام رضا (علیہ السلام) رات بھر ان کے گہوارے کے پاس بیٹھ کر ان سے گفتگو کرتے تھے۔ جب یہ عمل کئی راتوں تک جاری رہا تو میں نے کہا: فدایت شوم، کیا لوگوں کے بچے اس طرح نہیں پلے بڑھتے؟ امام (علیہ السلام) نے فرمایا: وائے بر تو! یہ کوئی عادت نہیں بلکہ میں اپنے بیٹے کو علم و دانش کی طرف راغب کرتا ہوں۔"

امام محمد تقی (علیہ السلام) کی ولادت اور نشو و نما بھی اپنے بزرگ والدین کی طرح ہوئی۔ امام رضا (علیہ السلام) نے امام جواد (علیہ السلام) کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "یہ وہ مولود ہے جس جیسا کوئی اور عظیم اور بابرکت ہمارے شیعوں کے لیے پیدا نہیں ہوا" (مجلسی، ۱۳۶۳، ج ۵۰، ص ۲۳)

احترام اور شخصیت کی تکریم

بلا شبہ ہر انسان اپنی عمر کے ہر مرحلے میں اپنی اہمیت اور عزت کو سمجھتا ہے اور اپنے لیے احترام کا مستحق سمجھتا ہے۔ امام رضا (علیہ السلام) اپنے فرزند امام جواد (علیہ السلام) کے ساتھ بے حد محبت اور احترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ امام (علیہ السلام) انہیں نام سے نہیں پکارتے تھے بلکہ زیادہ تر کنیت سے مخاطب کرتے تھے۔ محمد بن ابی عباد، جو امام رضا (علیہ السلام) کے کاتب تھے، بیان کرتے ہیں: "حضرت رضا (علیہ السلام) ہمیشہ اپنے فرزند امام جواد (علیہ السلام) کو کنیت سے یاد کرتے اور فرماتے: 'ابو جعفر نے مجھے یہ لکھا'، حالانکہ امام جواد (علیہ السلام) اس وقت بچے تھے۔ اس طرح کا احترام عام طور پر اس زمانے کے خاندانوں میں رائج نہیں تھا، لیکن امام (علیہ السلام) اپنے فرزند کے لیے مکمل احترام کا اظہار کرتے تھے۔"

یہ عزت و تکریم اس وقت اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ امام جواد (علیہ السلام) ابھی بچپن میں تھے، لیکن امام رضا (علیہ السلام) ان کا ذکر عزت کے ساتھ کرتے تھے۔ والدین کا اس طرح کا احترام آمیز برتاؤ بچوں کی تربیت اور شخصیت کی نشو و نما میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اسلام کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر توجہ دیتا ہے۔ اگرچہ اسلامی تربیت میں روحانی پہلوؤں کی نشو و نما بنیادی مقصد ہے، لیکن اس مقصد کو ایک صحت مند جسم اور خوشگوار ذہن کے ساتھ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ امام رضا (علیہ السلام) کی تربیتی سیرت میں، دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ، بچوں کی صحت، غذائی ضروریات اور غیر مادی عوامل جیسے صدقہ اور عقیقہ پر بھی خاص توجہ دی گئی ہے۔

امام رضا (علیہ السلام) نے مامون کو لکھے گئے ایک خط میں بیان کیا: "عقیقہ کرنا، چاہے لڑکا ہو یا لڑکی، ساتویں دن ضروری ہے۔ اسی طرح ساتویں دن بچے کا سر منڈوانا اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کرنا بھی لازم ہے۔"

اس کے علاوہ، امام (علیہ السلام) اپنے بچوں کی خوراک پر بھی خاص توجہ دیتے تھے۔ یحییٰ بن موسی الصنعانی روایت کرتے ہیں: "میں منیٰ میں حضرت رضا (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ امام (علیہ السلام) اپنے فرزند امام جواد (علیہ السلام) کو اپنی گود میں بٹھائے ہوئے تھے اور انہیں کیلا کھلا رہے تھے۔"۔ (عطاردی، ۱۴۰۶ ہجری قمری، ج ۲، ص ۳۴۶)

بچوں کی سمجھنے کی صلاحیت محدود ہوتی ہے اور وہ الفاظ کے معانی کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، لیکن ان کے ساتھ بات کرنا والدین کی توجہ اور محبت کا مظہر ہوتا ہے۔ بچہ اس توجہ کو محبت اور جذبات کے اظہار کے طور پر محسوس کرتا ہے اور اپنی کمزوریوں کے باوجود کبھی مسکرا کر اور کبھی ہاتھ پاؤں ہلا کر جواب دیتا ہے۔ علاوہ ازیں، بچوں کے والدین کو بات کرتے دیکھنا، خاص طور پر ان کے لبوں کی حرکتیں، بچے کو بات کرنا سیکھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔

اس حوالے سے، کلیم بن عمران روایت کرتے ہیں کہ جب انہوں نے امام رضا (علیہ السلام) سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ انہیں اولاد عطا کرے، تو امام نے فرمایا: "مجھے ایک بیٹا ہوگا جو میرا وارث بنے گا۔" جب امام جواد (علیہ السلام) پیدا ہوئے، امام رضا (علیہ السلام) نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "میرے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جو موسی بن عمران جیسا ہے۔" امام رضا (علیہ السلام) کی اپنے بیٹے کے ساتھ اس محبت بھری توجہ کو ان کے عمل سے واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے، کیونکہ آپ رات بھر اپنے بیٹے کے پالنے کے پاس رہتے اور محبت بھرے الفاظ کے ساتھ انہیں خوش اور مسرور کرتے تھے۔ (قمی، ۱۳۸۰، ص ۱۷۵۳)

بچے، نوجوان اور جوان، دوسروں کی نسبت محبت کے زیادہ متلاشی ہوتے ہیں۔ مناسب وقت اور جگہ پر محبت ایک مؤثر اور کارآمد ذریعہ ہے، جو نامناسب رویوں اور پرخاشگری کو ختم کرتی ہے اور ان کے دلوں میں نرمی پیدا کرتی ہے۔

امام رضا (علیہ السلام) اس مؤثر تربیتی طریقے سے مختلف مواقع پر فائدہ اٹھاتے تھے۔ کبھی اپنی محبت کا اظہار خوبصورت الفاظ "بابی انت وامی" (میرے ماں باپ آپ پر قربان) کے ذریعے کرتے، اور کبھی اپنے بیٹے کو گلے لگا کر اپنی محبت کا اظہار کرتے۔

امیہ بن علی کہتے ہیں: "میں اس سال امام رضا (علیہ السلام) کے ساتھ تھا جب آپ نے حج ادا کیا اور پھر خراسان کی طرف روانہ ہوئے۔ امام جواد (علیہ السلام) بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ امام نے طواف کے بعد مقامِ ابراہیم میں نماز پڑھی۔ اس وقت جواد (علیہ السلام) جو ابھی کمسن تھے، حضرت کے غلام موفق کے کندھوں پر بیٹھے طواف کر رہے تھے۔ جواد (علیہ السلام) حجرِ اسماعیل کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور کافی دیر تک وہیں رہے۔ موفق نے کہا: "جانم آپ پر قربان، اٹھیں۔" انہوں نے فرمایا: "میں تب تک نہیں اٹھوں گا جب تک اللہ چاہے۔" ان کے چہرے پر غم نمایاں تھا۔ موفق امام رضا (علیہ السلام) کے پاس آئے اور کہا: "جانم آپ پر قربان، جواد (علیہ السلام) حجر میں بیٹھے ہیں اور نہیں اٹھ رہے۔" امام جواد (علیہ السلام) کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: "اٹھو، میرے حبیب۔" جواد (علیہ السلام) نے فرمایا: "میں کیسے اٹھوں، جبکہ آپ کعبہ سے ایسا وداع کر رہے ہیں جیسے دوبارہ کبھی واپس نہ آئیں گے!" امام رضا (علیہ السلام) نے محبت بھری باتوں اور صبر کے ساتھ اپنے بچے کو قائل کیا اور کبھی بھی ان کی ضد پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ (اربلی، ۱۴۲۱، ج ۳، ص ۱۵۶)

الف) سفر سے پہلے

ایک جماعت سے روایت ہے کہ امام رضا (علیہ السلام) نے فرمایا: "جب میں مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہونے لگا، تو میں نے اپنے خاندان اور اہل و عیال کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میرے لیے روئیں تاکہ میں ان کی آواز سن سکوں۔ پھر میں نے ان میں بارہ ہزار دینار تقسیم کیے۔ پھر میں نے کہا کہ میں اب کبھی بھی اپنے اہل و عیال کو دیکھنے کے لیے واپس نہیں آؤں گا۔ پھر میں نے ابا جعفر [حضرت جواد علیہ السلام، جو اس وقت تقریباً پانچ سال کے تھے] کا ہاتھ پکڑا اور انہیں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ) کی قبر کے پاس لے گیا۔ میں نے ان کا ہاتھ اس قبر کے پاس رکھا اور انہیں اس مقدس قبر کے ساتھ لگا دیا اور اللہ سے ان کی حفاظت کی دعا کی۔ حضرت جواد علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور کہا: "پدر جان، قسم اللہ کی، آپ اللہ کی طرف جا رہے ہیں۔" میں نے اپنے وکلا اور ان لوگوں کو جو میرے زیر نگرانی تھے، ہدایت کی کہ وہ حضرت جواد علیہ السلام کی اطاعت کریں اور ان کے ساتھ مخالفت نہ کریں اور انہیں بتایا کہ حضرت جواد علیہ السلام میرے جانشین ہیں"۔ (قمی، ۱۳۸۰ ش، ص ۳۴۹)

ب) سفر کے بعد

امام رضا (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے امام جواد (علیہ السلام) کو خراسان سے یہ خط لکھا جس میں بسم اللہ کے بعد یہ الفاظ تھے: "امام رضا (علیہ السلام) نے خراسان سے اپنے بیٹے امام جواد (علیہ السلام) کو یہ خط بھیجا، جس میں بسم اللہ کے بعد آیا: 'میری جان تم پر قربان، مجھے خبر ملی ہے کہ جب آپ سوار ہوتے ہیں تو خدام آپ کو باغ کے چھوٹے دروازے سے باہر نکالتے ہیں، اور یہ اس بخیلانہ رویے کی وجہ سے ہے کہ آپ کی خیر کسی کو نہ ملے۔ میں آپ سے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ آپ کا داخلہ اور خروج صرف بڑے دروازے سے ہو؛ اور جب آپ ان شاء اللہ سوار ہوں، تو آپ کے ساتھ سونا اور چاندی ہونا چاہیے، اور اگر کوئی آپ سے کچھ طلب کرے تو آپ کو اسے دینا چاہیے۔ اگر آپ کے چچا آپ سے سوال کریں تو انہیں کم از کم پچاس دینار دیں اور اس سے

زیادہ آپ کے پاس ہے، اور اگر آپ کی چچیاں آپ سے کچھ طلب کریں تو انہیں بھی کم از کم پچاس دینار دیں اور اس سے زیادہ آپ کے پاس ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ آپ کو کامیاب کرے، اللہ سے ڈریں اور عطا کریں، اور خدا کے عرش والے سے تنگدستی کا خوف نہ کریں...'۔ کیا آپ نے اس ملائکی نفس کو دیکھا ہے جو نیکی اور احسان پر مائل ہے؟'... یقیناً کرم امام کا ایک عنصر اور اس کی بنیادی خصوصیات میں سے تھا، کیونکہ انہوں نے اپنے بیٹے جواد کو صلہ رحم اور بے کسوں کے ساتھ بھلائی کی تعلیم دی۔ یہ خط اہل بیت (علیہم السلام) کی بلند تربیت کی ایک مثال پیش کرتا ہے، کیونکہ وہ اپنے بچوں کی تربیت شرافت اور فضیلت پر کرتے تھے اور ان کے دلوں میں مکارم اخلاق اور خوبصورت صفات کو بونے کی کوشش کرتے تھے، تاکہ وہ خیر کے مثالی نمونہ بنیں اور اس امت کے لیے بہترین مثال ثابت ہوں"۔ (قرشی، ۱۳۸۰، ج ۲، ص ۳۴۴)

تشویق بچوں اور نوجوانوں کی تربیت میں بہت مؤثر ہوتا ہے۔ مناسب اور بجا تشویق بچوں میں حوصلہ اور شوق پیدا کرتی ہے اور انہیں بڑے کاموں کے لیے تیار کرتی ہے۔ حقیقت میں، تشویق ان کی ترقی اور کامیابی کا ایک زینہ ہے۔ امام رضا (علیہ السلام) نے بھی اس طریقے پر خاص توجہ دی۔ زکریا بن آدم سے روایت ہے کہ وہ امام رضا (علیہ السلام) کی موجودگی میں تھے جب امام محمد تقی (علیہ السلام) کو، جو کہ چار سال کے تھے، ان کے پاس لایا گیا۔ امام جواد (علیہ السلام) بیٹھ گئے اور اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کرکے غور و فکر میں ڈوب گئے۔ امام رضا (علیہ السلام) نے فرمایا: "میں تم پر قربان ہوں، تم نے بیٹھنے کے بعد سے کیا سوچا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "اس ظلم و ستم کے بارے میں جو میری والدہ زہراء کے ساتھ ہوا، بخدا قسم! میں ان دو لوگوں (یعنی ...) کو باہر نکالوں گا اور انہیں جلا دوں گا اور ان کی راکھ دریا میں پھینک دوں گا۔" امام رضا (علیہ السلام) نے انہیں گلے لگایا، ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا: "میرے والدین تم پر قربان ہوں، تم امامتی مقام کے لائق ہو"۔ (مسعودی، ۱۴۲۵، ص ۴۰۹)

زندگی ایک درس اور تجربے کا میدان ہے۔ جو لوگ اپنی زندگی کا زیادہ حصہ تجربات حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں، وہ مشکلات کا سامنا کرتے وقت زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ بچوں اور نوجوانوں کو کم تجربہ حاصل ہوتا ہے، اس لیے انہیں والدین کی نگرانی اور مدد کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ بچوں کی اخلاقی، تعلیمی اور رویے کی صورتحال پر مسلسل اور منطقی نگرانی کرنا تربیت میں ایک ناقابل تردید ضرورت ہے؛ تاہم یہ نگرانی معقول، غیر مستقیم اور بجا ہونی چاہیے۔

اہم نکتہ یہ ہے کہ والدین کی نگرانی کا وقت صرف گھر میں موجودگی تک محدود نہیں ہوتا؛ بلکہ جب والد گھر سے دور ہوں، تب بھی انہیں اپنے بچوں کی صورتحال سے باخبر رہنا چاہیے اور ان کے کاموں پر نظر رکھنی چاہیے۔ سفر سے پہلے کی ہدایتیں اور سفر کے دوران بچوں کے ساتھ خط و کتابت ضروری اور مؤثر ہیں۔ امام رضا (علیہ السلام)، جو کہ ظلم کے باعث کچھ وقت وطن اور خاندان سے دور رہے، مختلف طریقوں سے جیسے خطوط اور زبانی پیغامات کے ذریعے دور سے اپنے بیٹے جواد (علیہ السلام) کی نگرانی کرتے رہے اور انہیں ضروری رہنمائی فراہم کرتے رہے۔ چنانچہ خراسان جانے سے پہلے انہوں نے اپنے بچوں کے بارے میں جو مناسب سمجھا، انہیں ہدایت کی۔ اس موضوع میں امام رضا (علیہ السلام) کے چند اہم رویے کا ذکر کرنا بہت مفید ہے:

عقلانی تربیت

تربیت کو جامع ہونا چاہیے۔ بچے کی عقلانی تربیت اور منطق واستدلال کی صلاحیتوں کو نکھارنا تربیت کا ایک اہم پہلو ہے۔ بچے کی منطقی تربیت اس بات کا باعث بنتی ہے کہ وہ صحیح طور پر سوچے، منطقی فیصلے کرے، منطقی طور پر عمل کرے اور ضرورت پڑنے پر اپنے خیالات اور رویوں کا بلاخوف دفاع کرسکے۔ حضرت رضا (علیہ السلام) کی تربیتی سیرت اس پہلو سے بھی ان کے پیروکاروں کے لیے ایک مکمل نمونہ ہے۔ بنان بن نافع نقل کرتے ہیں:

"مأمون ایک دن حضرت جواد (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا جو بچوں کے درمیان تھا، تو سب بچے خوف سے بھاگ گئے، سوائے حضرت جواد کے۔ مأمون نے کہا: 'اسے بلالاؤ۔' پھر اس سے پوچھا: 'تم نے باقی بچوں کی طرح کیوں نہیں بھاگا؟' حضرت جواد نے فرمایا: 'میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا کہ بھاگوں۔ نہ ہی راستہ تنگ تھا کہ میں تمہارے لیے اسے وسیع کروں، تم جہاں چاہو جاسکتے ہو۔' مأمون نے پوچھا: 'تم کون ہو؟' حضرت نے فرمایا: 'میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (علیہم السلام) ہوں۔' " (مجلسی، ۱۳۶۳، ج ۵۰، ص ۵۶)

نتیجہ

ہر انسان کو کمال کی طرف بڑھنے کے لیے خاندان تشکیل دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاندان وہ ابتدائی ماحول ہے جس میں انسان فضا اور روابط کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے۔ ظاہری خوبصورتی، گھر میں اونچی آواز نہ اٹھانا، اور خاندان میں حسن سلوک، یہ سب حضرت رضا (علیہ السلام) کے اپنے خاندان کے ساتھ برتاؤ کی مثالیں ہیں۔ آپ کا امام جواد (علیہ السلام) کے ساتھ محبت اور احترام، ان کی حوصلہ افزائی، عقلانی تربیت، اور ہجرت کے دوران اور بعد میں ان کی نگرانی، یہ سب آپ کے برتاؤ کی خصوصیات ہیں۔ امام رضا (علیہ السلام) کا اپنے خاندان کے ساتھ برتاؤ ایک کامیاب خاندان کی بہترین مثال ہے۔ کامیاب خاندان وہ ہے جو اسلامی معیاروں کے مطابق تشکیل دیا گیا ہو، جہاں خاندان کے افراد کے درمیان محبت اور رحمت کا ماحول ہو، اور جہاں ہر فرد سکون اور آرام کے ساتھ زندگی گزارے اور ان کی صلاحیتیں نکھر سکیں۔

منابع

۱ . قرآن کریم
۲ . ابن بابویہ، محمد بن علی، (۱۳۹۳ش)، ترجمہ: محمد رحمتی شہرضا، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، قم، پیام علمدار، چاپ ہشتم.
۴ . اربلی، ابوالحسن علی بن عیسی بن ابی الفتح، (۱۴۲۱ق)، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، قم، رضی، چاپ اول.
۵ . حر عاملی، محمد بن حسن بن علی بن محمد بن حسین، (۱۴۲۵ق)، اثبات الہدات بالنصوص والمعجزات، بیروت، اعلمی، چاپ اول.
۶ . دہخدا، علی اکبر، (۱۳۷۷ش)، لغت نامہ دہخدا، تہران، موسسہ انتشارات و چاپ دانشگاہ تہران۔
۷ . زارعی سبزواری، عباسعلی، (۱۳۸۸ش)، سیر علمی و عملی امام رضا علیہ السلام، مشہد، آستان قدس رضوی، چاپ اول.
۸ . سالاری فر، محمد رضا، (۱۳۹۲ش)، خانوادہ در نگرش اسلام و روانشناسی، قم، پژوہشگاہ حوزہ و دانشگاہ، چاپ ہشتم.
۹ . طاہری، حبیب اللہ، (۱۳۸۸ش)، سیری در مسائل خانوادہ، تہران، سازمان تبلیغات اسلامی.
۱۰ . طبرسی، فضل بن حسن، (۱۴۱۷ق)، ترجمہ: عزیز اللہ عطاردی، إعلام الوری بأعلام الہدی، قم، آل البیت، چاپ اول.
۱۲ . طیبیان، سید حمید، (۱۳۹۰ش)، فرہنگ فروزان (فارسی- عربی)، تہران، شمشاد.
۱۳ . عطاردی، عزیز اللہ، (۱۴۰۶ق)، مسند الامام الرضا ابی الحسن علی بن موسی علیہما السلام، مشہد، آستان قدس رضوی، چاپ اول.
۱۴ . علی بن موسی علیہ السلام، امام ہشتم، (۱۴۰۶ق)، صحیفۃ الامام الرضا علیہ السلام، مشہد، کنگرہ جہانی حضرت رضا علیہ السلام، چاپ اول.
۱۵ . قرشی، باقر شریف، (۱۳۸۰ش)، حیات امام رضا علیہ السلام، قم، سعید بن جبیر، دوم.
۱۶ . قمی، عباس، (۱۳۸۰ش)، انوار البہیہ، ترجمہ: محمد محمدی اشتہاردی، قم، ناصر، چاپ سوم.
۱۸ . مجلسی، محمد باقر، (۱۳۶۳ش)، بحار الانوار الجامعہ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار، تہران، اسلامیہ، چاپ دوم.
۱۹ . کلینی رازی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، (۱۳۶۲ش)، الکافی، تہران، اسلامیہ، چاپ دوم.
۲۰ . محمدی ری شہری، محمد، (۱۳۸۷ش)، تحکیم خانوادہ، ترجمہ: حمید رضا شیخی، قم، دار الحدیث، چاپ دوم.
۲۱. مسعودی، علی بن حسین، (۱۴۲۶ق)، اثبات الوصیۃ للامام علی بن ابیطالب، قم، چاپ سوم.